ترجمہ = عطاالرحمن ثاقب

تصوف اور عیسائیت

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

گزشتہ سے پیوستہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی نے اپنی کتاب " تاریخ التصوف الاسلامی " میں اگرچہ تصوف کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے تاہم وہ اس سلسلے میں فکری تضاد کا شکر نظر آتے ہیں ۔ ان کا نظریہ ہے کہ تصوف کے اصول و ضوابط اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں مگر تصوف کے دفاع کے لئے تحریر کی گئی وہ اپنی اس تصنیف میں اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ مسلمان صوفیاء مسیحی راہبوں سے تبادلہ افکار کرتے اور ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے تھے ۔ لکھتے ہیں :

" عرب کے بعض بلاد ' حیرہ ' کوفہ ' دمشق ' نجران وغیرہ میں مسلمانوں اور عیسائی عرب باشندوں میں اختلاط ثابت ہے ۔ بالخصوص ان قبائل کے افراد میں جنہوں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا جن میں بنو تغلب ' قضاعہ ' تنوخ وغیرہ شامل ہیں ۔ یہ بھی ثابت ہے کہ دور اول کے صوفیاء دین کے معاملات میں عیسائی راہبوں سے مشورے کیا کرتے تھے مثلاً عبدالواحد بن زید ' عتابی اور ابو سلیمان دارانی وغیرہ " (۱) ۔

عیسائی راہبوں سے اختلاط ' ان سے صلاح مشورے اور دینی امور میں ان کی رائے کو اہمیت دینا اور اس طرح کے دیگر شواہد و حقائق کی بنیاد پر ہی انگریز مستشرق نیکلسن ' جرمن فون کریمر اور نمساوی گولڈ زیہر نے اپنی تصنیفات میں تصوف اور مسیحیت کے باہمی ربط کو بیان کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں (الفاظ نیکلسن کے ہیں) :

" اس سلسلے میں ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ صوفیاء کے زہد پر عیسائی تعلیمات کی گہری چھاپ ہے ۔ تصوف کا مسیحی تعلیمات سے متاثر ہونا صرف لباس اور آداب ذکر تک ہی محدود نہیں بلکہ تصوف کی قدیم کتب سے ثابت ہوتا ہے کہ ارباب تصوف کی بہت سی تعلیمات کا انحصار یہودیت و مسیحیت پر ہے ۔

چنانچہ صوفیاء کی قدیم کتب میں تورات و انجیل کی آیات اکثر مل جاتی ہیں جن سے وہ اپنے افکار و نظریات کا اثبات کرتے ہیں ان میں سے بہت سی آیات وہ اپنے صوفی راہنماؤں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس طرح کے واقعات کی بھی صوفی کتب میں بھر مار ہے کہ عیسائی راہب اپنی خانقاہ کی بلندی پر سے درس دیتا اور وعظ و نصیحت کرتا اور صحراء نوردی کرنے والے مسلمان صوفیاء اس کی وعظ کو بغور سنتے اور قبول کرتے ۔ اسی طرح مسلمان صوفیاء عیسائی راہبوں کی طرف سے بیان کردہ انجیل کی حکایات اور قصے کہانیاں بھی بڑی رغبت سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ۔ اس ضمن میں وہب بن منبہ کا مجموعہ " الاسرائیلیات " اور ثعالبی کی کتاب " قصص الانبیاء " معروف ہیں " (۲) ۔

یہیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ مفکرین جو تصوف کا دفاع کرتے ، تصوف کی تعلیمات مسیحیت سے ماخوذ ہونے کا انکار کرتے اور اسے خالص اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ مسیحیت تصوف کے مصادر و مراجع میں سے ایک ماخذ ضرور ہے ۔ یہ بات اگرچہ ان کے اس نظریے کے مخالف ہے کہ تصوف خالصتہ " اسلامی فلسفہ حیات ہے تاہم ان کی تحریروں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے جس کا سبب یہ ہے کہ وہ خود اس سلسلے میں واضح الذہن نہیں جبکہ فکری تضاد اور نظریاتی تردد و تذبذب کا شکار ہیں ۔ وہ ایک طے شدہ اور مسلمہ حقیقت سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں مگر انہیں کوئی راہ فرار نظر نہیں آتی اور یوں انکی تحریر مجموعہ تضادات بن کر رہ جاتی ہے ۔ اس ضمن میں ہم اپنے ایک معاصر کی تصنیف کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس میں اس نے تصوف اور مسیحیت کے باہمی ربط کا انکار کرنے کی سعی کی ہے ، تصوف کا دفاع کرنے والا ہمارا یہ ہمعصر لکھتا ہے :

" مخالفین تصوف صرف فارسی اور ہندی ادیان و افکار کو تصوف کا ماخذ قرار نہیں دیتے بلکہ وہ مسیحیت سے بھی تصوف کا رشتہ و ناطہ جوڑتے ہیں ۔

اس فکر کے قائلین اپنی تائید میں عرب اور نصاریٰ کے مابین تعلقات کا حوالہ دیتے ہیں وہ اس سلسلے میں مسلمان زاہدوں اور مسیحی راہبوں کی طرز زندگی ار ریاضت و عبادت کے طریقوں کی مماثلت کا بھی ذکر کرتے ہیں اسی طرح وہ عیسائی راہبوں اور خلوت نشینوں کا مسلمان صوفیوں کی عادات و تقالید اور لباس سے بھی موازنہ کرتے ہیں ۔

اس فکر کے موید میں فان کریمر ، گولڈ زیہر ، نیکلسن ، فلسنک ، آسین بلاسس ، انڈریہ اور اولیری بھی

شامل ہیں۔

فان کریمر کی رائے ہے کہ اسلامی تصوف اور صوفیوں کے اقوال و افکار دوز جاہلیت میں بلاد عرب کے نصاریٰ سے اختلاط کا نتیجہ ہیں کیونکہ ان نصاری کی اکثریت راہبوں اور مسیحی واعظوں پر مشتمل تھی۔

گولڈ زیہر تصوف کے فقر و غنی کے متعلق نظریات کو عیسائی تعلیمات کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسلامی زہد و فقر عیسائیت سے ماخوذ ہے۔

نیکلسن کہتا ہے کہ زہد و فقر کے ساتھ ساتھ صوفیاء کے طریق ذکر اور مسلسل خاموش رہنے کی اصل بھی مسیحیت ہے۔

اسی طرح تصوف کے روحانی نظریات کو بھی مسیحیت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اس کے لئے ان حکایات و اقوال کو بنیاد بنایا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور جن کا تصوف کی کتب میں بکثرت ذکر ملتا ہے۔

ہمارا یہ معاصر لکھتا ہے: باوجود اس کے کہ مسلمان صوفین کی طرز زندگی، طرق عبادت، حب الٰہی، معرفت الہیہ اور مسیحی راہبوں کے طرز زندگی، لباس اور دیگر تعلیمات کے مابین مشابہت و مماثلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس بنیاد پر تصوف اور اسلام کی روحانی زندگی کا ماخذ محض نصرانیت کو قرار دینا یقینی امر نہیں ہے۔

لکھتا ہے: یہ بات درست ہے کہ بہت سے عرب رہبانیت کی طرف مائل تھے اور خانقاہی زندگی بسر کرتے تھے جس طرح کہ حنظلہ طائی سے مروی ہے کہ اس نے خانقاہ تعمیر کروائی اور گوشہ نشین ہو کر وہاں رہنے لگا۔ اسی طرح قس بن ساعدہ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا صحرا نوردی، جنگلی جانوروں سے مانوس رہنا اور ان کے ساتھ زندگی گزارنا اس کا مشغلہ تھا۔

یہ بھی صحیح ہے کہ قس بن ساعدہ اور امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں دنیا سے بے رغبتی کا عنصر غالب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی صحیح ہے کہ عیسائی واعظین اور راہب ادھر ادھر پھیل کر وعظ و نصیحت کیا کرتے اور عرب کے تجارتی مراکز کو اپنی تعلیمات کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ عرب کے ایک طبقے نے ان کی تعلیمات کو قبول کیا اور ان کے افکار سے متاثر ہوئے مگر جو بات درست نہیں وہ یہ ہے کہ ان امور کی بناء پر صرف مسیحیت کو

اسلامی تصوف کی بنیاد قرار دے دیا جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ منکرین اہل تصوف کا ربط مسیحیت سے جوڑتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال اور مسیحی راہبوں کی طرز معاشرت کو ہی سامنے کیوں رکھتے ہیں وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تصوف دور جاہلیت کے عرب کی معاشرتی زندگی سے مطابقت رکھنے والا فلسفہ حیات ہے اس لئے کہ اس وقت عرب سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور خوشحالی و آسودگی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ چنانچہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ مسلمان صوفیوں اور زاہدوں کی زندگی دور جاہلیت کے عرب کی اس طرز زندگی کا تسلسل ہے جو راحت و آسودگی سے عاری تھی۔ دور جاہلیت کے عرب باشندوں کا عمومی مزاج اس امر کا متقاضی تھا کہ وہ عزلت نشینی کی زندگی بسر کریں۔ اور تارکین دنیا بن کر اپنا وقت ذکر و عبادت میں صرف کریں۔

مزید لکھتا ہے: اس امر سے کیا مانع ہے کہ اسلامی دور کی روحانی زندگی کا ربط اس طرز زندگی سے جوڑا جائے جو دور جاہلیت کی ایک قوم بنی صوفہ کا تھا جنھوں نے خود کو بیت اللہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ صوفیوں اور زاہدوں کی زندگی کا ربط مسیحیت و رہبانیت سے جوڑنے پر ہی کیوں اصرار کیا جاتا ہے؟

البتہ اس چیز سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دور جاہلیت میں مسیحیت اور عیسائی راہبوں کا بھی گہرا اثر و رسوخ تھا۔ اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ حب الٰہی سے متعلق بعض صوفی نظریات کی اصطلاحات نصرانیت سے ماخوذ ہیں مثلاً "لاہوت و ناسوت" "لاہوت کا ناسوت میں حلول" یہ ایسی اصطلاحات ہیں جو تصوف میں استعمال کی جاتی ہیں اور ان کی اصل نصرانیت ہے۔ مسیحیوں کی طرح اہل تصوف کا بھی نظریہ ہے کہ روحانی ارتقاء کے ایک خاص مرحلے میں لاہوت ناسوت میں حلول کر جاتا ہے (جسے صوفیاء فناء' بقاء اور وحدت الشہود وغیرہ کی اصطلاح دیتے ہیں)۔

اسی طرح نصرانیت میں "الکلمہ" کی اصطلاح خالق اور مخلوق میں واسطے کے لئے استعمال کی جاتی ہے جب کہ صوفیوں نے یہیں اصطلاح "حقیقت محمدیہ" کی تعبیر کے لئے اختیار کی۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ "حقیقت محمدیہ" سب سے پہلی مخلوق ہے یا وہ ذات باری تعالیٰ کی پہلی متعین شکل ہے جس سے بقیہ موجودات کا فیضان ہوا۔

ظاہر ہے یہ نظریات و افکار صوفیوں کے مسیحی راہنماؤں سے اختلاط کا نتیجہ تھے۔ صوفیاء عیسائی علماء سے بحث و مناظرہ کرتے اور یوں اسلامی معاشرہ ان کے افکار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ حب

الٰہی اور اتحاد و حلول کا ذکر کرتے وقت اہل تصوف جن اصطلاحات اور افکار و مبادی کو بنیاد بناتے ہیں یہ اسی اختلاط اور بحث و مناظرے کی ہی صدائے بازگشت تھی اور یہ ایک طبعی امر اور دنیا کا اصول ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جوں جوں تصوف کے افکار پروان چڑھتے گئے اور اس میں فلسفی افکار اپنی جگہ بنانے لگے توں توں اس میں نصرانی صطلاحات و عقائد بھی شامل ہوتے گئے۔ یہ ناممکن تھا کہ تصوف اس فضاء سے متاثر نہ ہوتا جو عیسائی عقائد و افکار سے بھری ہوئی تھی بالخصوص جب کہ صوفیاء مسیحیوں سے بحث و مناظرے بھی کرتے ہوں اور ان مناظروں کا تعلق عقائد سے ہو" (۴)۔

ہم عصر مصنف کی اس عبارت سے اس کا فکری تضاد اور ذہنی تردد نمایاں ہوتا ہے۔ وہ تصوف اور مسیحیت کے باہمی ربط سے انکار بھی کرنا چاہتا ہے اور اثبات بھی۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ بے شمار ایسے حقائق و شواہد کی موجودگی میں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت ' تصوف کے مصادر میں سے ایک مصدر و ماخذ ہے کس طرح اس حقیقت سے انکار کرے۔ اپنے نظریے کی تائید کے لئے وہ مختلف مفروضوں کا سہارا لیتا ہے مگر حقائق ان مفروضوں کی تائید نہیں کرپاتے جس سے وہ فکری تضاد کا شکار ہو کر اپنے نظریے کے اثبات میں بے بس نظر آتا ہے۔

یہی حال ڈاکٹر تفتازانی کا ہے۔ وہ مستشرقین کے اس نظریے کی تردید کرنے کے بعد کہ تصوف کے بہت سے عقائد مسیحیت سے ماخوذ ہیں لکھتا ہے:

ان ساری باتوں کے باوجود ہم اس چیز سے انکار نہیں کرتے کہ بعض متفلسف صوفیاء مسیحیت سے متاثر ہوئے۔ مثلاً حلاج اپنے تصوف میں مسیحی اصطلات "کلمہ" "لاہوت" "ناسوت" وغیرہ کا بکثرت استعمال کرتا ہے۔ مگر یہ چیز تصوف کے دور اخیر (تیسری صدی ہجری) میں ظاہر ہوئی۔ دور اول کے تصوف میں ان فلسفی نظریات کا وجود نہیں تھا۔ چنانچہ علمی انصاف کا تقاضا ہے کہ یہ نظریہ رکھا جائے کہ صوفیوں کے علمی نظریات اور عملی ریاضتوں کا ماخذ اسلامی شریعت ہے مگر مرور زمانہ اور اختلاط کے نتیجہ میں تصوف میں کچھ ایسی اشیاء بھی شامل ہو گئیں جن کا تعلق مسیحیت یا دیگر غیر اسلامی ادیان سے تھا۔ جس کی بناء پر مستشرقین کو شبہ ہوا کہ مسیحیت صوفیوں کا اول ماخذ ہے" (۵)۔

ہمارا یہ معاصر بھی اثبات و افکار کی مذکورہ کیفیت کا شکار نظر آتا ہے۔

ہماری اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیحیت تصوف کے ماخذوں میں سے ایک ماخذ ہے جس سے

ہماری اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیحیت تصوف کے ماخذوں میں سے ایک ماخذ ہے جس سے اہل تصوف نے اپنے نظریات، افکار و مبادی اور عملی ریاضتیں اخذ کیں اور اس سلسلہ میں مسیحی راہبوں سے استفادہ کیا۔

حواشی

۱۔ تاریخ التصوف الاسلامی از ڈاکٹر عبدالرحمن بدوی صفحہ ۴۳ مطبوعہ کویت۔

۲۔ فی التصوف الاسلامی و تاریخہ از نیکلسن / ۴۷، تاریخ الافکار الواردۃ فی الاسلام از فان کریم / ۵۲، الجنۃ الملکۃ الاسیویۃ مقالہ گولڈ زیہر۔

۳۔ تاریخ التصوف الاسلامی از ڈاکٹر بدوی / ۳۳۳۔

۴۔ اضواء علی التصوف از ڈاکٹر طلعت غنام / ۸۴ ۔ ۸۸ مطبوعہ قاہرہ

۵۔ مدخل الی التصوف الاسلامی از ڈاکٹر ابوالوفا الغنیمی التفتازانی / ۲۹ ۔ ۳۰ مطبوعہ دارالثقافہ قاہرہ۔

صوفیاء اپنی تعلیمات میں جن اصطلاحات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں وہ بھی اسلام سے اجنبی اور مسیحیت سے ماخوذ ہیں مثلاً " ناموس، رحموت، رھبوت، لاہوت، جبروت، روحانی، نفسانی، جثمانی، شعشعانی، فردانیت، رھبانیت، عبودیت اور کیفوفیت وغیرہ۔